آبی وسائل کا تحفظ اور انسداد ضیاع کا نبوی منہج: پاکستانی معاشرے کے تناظر میں

Prophetic Way of water resources conservation and prevention of wastage, in the context of Pakistani society

Hafeez Arshad Hashmi
Lecturer Government Associate College Isakhel, Mianwali:
hafeez.arshad8066@gmail.com
Rabia Hina
Professor of Islamiyat Govt. Girls. Degree. College, Nowshera Cantt:
lillykhan047@gmail.com
Qammar Aziz
Doctoral candidate Islamic studies Qurtaba University of Science and Information Technology Dera Ismaeel Khan:
qamaraziz.mi@gmail.com

Abstract:
Water crisis is on the top amongst the problems which have engulfed the whole world in recent times. Every person on the planet is affected of its catastrophes in one way or the other. Even there is a severe chance of future wars on the issue of water resources. So, it is very important to pay heed towards the solution of these issues and towards the implementation of a better system and regulation of water resources. In Pakistan, it is equally important because Pakistan is included in top ten countries of facing water shortage issue and this life saving asset is being wasted lavishly here. And this matter is gaining importance in recent years so there is need to seek guidance from the comprehensive SEERAT E MUBARKA of Prophet Muhammad (S.A.W) so that it may be made possible to gain maximum benefits from the less usage of water. In a country like Pakistan where majority of the people are uneducated and they don't have the insight about these sensitive issues so only remedy left to convince and prepare them for a noble cause is to teach them through their beliefs. Hence nothing can teach them in an effective and comprehensive way but the life examples of their beloved Prophet Muhammad (S.A.W).In this researcher article,I would try to present these

topics in the light of SEERAT E TAYYABA and in the perspective of the needs of Pakistan

Keywords: *Seerat-e-Tayyaba, System,The Earth, Water,Water Crisis,*

نوع انسانی کے لیے پانی اہم ترین وسیلوں میں سے ایک ہے۔ پانی کے بغیر کوئی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا"۔[1] پانی صرف بنی نوع انسان کے لیے ہی نہیں بلکہ جانوروں، پودوں اور دوسری ذی حیات چیزوں کے زندہ رہنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ کرہ ارض پر اس کی کل مقدار معین ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل کیا پھر اس کو زمین میں جذب کیا اور ہم ہی اس کو ختم کرنے پہ قادر ہیں۔[2] قرآن سختی کے ساتھ کسی وسیلۂ حیات بشمول پانی کو ضائع کرنے سے روکتا ہے۔ "فضول خرچی نہ کرو کیونکہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔[3] پانی کے ضیاع کو خاص طور سے روکا گیا ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث سے ظاہر ہے

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ وضو میں بہت کم پانی اور اس سے تھوڑا زیادہ غسل میں استعمال فرماتے تھے۔[4] وضو جسم کے کچھ حصوں کو نماز سے پہلے دھونے کا عمل ہے لیکن اس اہم فریضے کی ادائیگی میں بھی نبی کریم ﷺ نے پانی کی کفایت کی ایک مثال قائم کی ہے۔ اس لیے مسلمان ملکوں میں تحفظ آب کے منصوبہ بندی اسلام کی روشنی میں کی جاسکتی ہے۔ ایسے منصوبے یقیناً مؤثر ثابت ہوں گے کیونکہ قلت آب کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے یہ منصوبے ایک قدرتی طریقہ کار پر انحصار کرتے ہیں۔ ان کے نتائج بھی کہیں بہتر برآمد ہوں گے بمقابلہ ایسے منصوبوں کے جو محض سرکاری قواعد و ضوابط کے مطابق بنائے جائیں۔ اس آرٹیکل میں تحفظ آب کیلئے اسلامی تعلیمات کے استعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پانی کی فراہمی کے تین خاص طریقوں یعنی بلدیاتی فراہمی، آب پاشی اور صنعتی فراہمی میں سے پہلے دو کسی بھی ملک کے لیے انتہائی ضروری ہوتے ہیں کیونکہ اس سے انسانوں کی پانی کی طلب پوری ہوتی ہے یا کاشتکاری ہوتی ہے، پانی کے ان دو شعبوں میں

---

[1] ۔القرآن،21:30۔

[2] ۔القرآن23:18۔،

[3] ۔القرآن،۔07:31

[4] ۔مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الطہارہ، باب فی الوضوء بالمد (، دار الاشاعہ قاہرہ، مصر)، رقم الحدیث326۔۔

مساجد اور دینی مدارس دستیاب آبی وسائل کے تحفظ اور انتظام میں مروجہ طریقہ کار اور اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک تفصیلی لائحہ عمل کے ذریعے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے روایتی مقررہ طریقوں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تفصیلی منصوبہ بنایا جاسکتا ہے۔

اسوۂ حسنہ:

دور حاضر میں جن مسائل نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ان میں آبی بحران کا مسئلہ سر فہرست ہے۔ اس کی ہولناکیوں سے کرۂ ارض کا ہر شخص اس سے کسی نہ کسی درجے میں متاثر ہے، حتّٰی کہ شدید خدشات لاحق ہیں کہ اب مستقبل میں جنگوں کی بنیاد بھی آبی وسائل پر ہو گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ آبی وسائل کے انتظام و انصرام کی طرف توجہ کی جائے اور آبی مسائل کو حل کیا جائے۔ سیرت النبی ﷺ کو قرآن حکیم نے اسوۂ حسنہ و کاملہ قرار دیا ہے اور سیرت النبی ﷺ سے ہدایت و راہبری میں پوشیدہ ہے۔ انتظام آب سے مراد پانی کے انتظام کی منصوبہ بندی اس کی بہتری و ترقی اور تقسیم کی حکمت عملی کے ذریعے آبی قواعد و ضوابط کے تحت پانی کے وسائل کا زیادہ سے زیادہ بہترین استعمال ہے اس میں پینے کے پانی، صنعتی پانی، نکاسی آب یا گندے پانی کی صفائی کا انتظام آبی وسائل کا نظم تحفظ، سیلاب سے بچاؤ کا انتظام، آبپاشی کا انتظام اور پانی کا انتظام شامل ہے۔

یعنی انتظام آب سے مراد پانی کے زرائع کی تضبیط اور ان کی نقل و حرکت کو اس انداز میں منظم کیا جائے کہ وہ زندگی و املاک کے لیے کم سے کم ضرر رساں ہوں اور زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہوں۔ ڈیموں اور بند کے اچھے انتظام کی بدولت سیلاب کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا خطرہ کم ہا جاتا ہے۔

حفاظتِ آب سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں:

اللہ تعالٰی نے اپنے نبی پاک ﷺ کو جن اعزازات و کرامات سے نوازا۔ ان میں سے ایک خاص انعام حوض کوثر کا بھی ہے-ارشاد ربانی ہے:

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دیا۔[5]۔

[5]-القرآن، 110:01-

اسی وجہ سے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بکثرت پانی کے معجزات کا ظہور ہوا۔ اگرچہ یہ آیت آخرت میں آپ ﷺ کی شرف و عزت اور وجاہت و کرامات کا ظاہر کرتی ہے مگر اس زمین پر بھی آپ ﷺ نے پانی کے انتظام و انصرام پر خصوصی توجہ مرکوز کی اور مدینہ کی ریاست میں اس بہترین نظام کی عملی شکل اپنے کمال اور جوبن پر نظر آتی ہے۔ ویسے بھی آبی انتظامات کی تعلیمو تربیت رسول اللہ ﷺ کو ورثے میں ملی تھی۔ حاجیوں کے لیے پانی کے انتظامات کی ذمہ داری قصی کے سپرد تھی[6]۔ پھر یہ خدمت عبد مناف، ہاشم، مطلب، عبد المطلب۔ اور پھر آپ ﷺ کے چچاعباس کے سپرد ہوئی[7]۔ اس وجہ سے آبی انتظامات میں رسول اللہ ﷺ کی مہارت مسلم تھی جس کا عملی ظہور مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان اقدامات کے ضمن میں آپ ﷺ نے بہت سی تدبیروں سے کام لیا، جن کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے

نئے آبی وسائل کی فراہمی:

عہد رسالت ﷺ کے آبی ذخائر میں کنوؤں اور چشموں کو خاص اہمیت حاصل تھی اگرچہ دریا، ندی نالے، تالاب، چشمے اور وادیاں بھی پائی جاتی تھیں[8]۔ اس زمانے میں چونکہ آبادی کم ہوا کرتی تھی اس لیے کنوؤں سے بآسانی گزارہ ہو جاتا تھا۔ بلکہ ایک کنویں کی مدد سے پورا شہر پانی پی سکتا تھا۔ جیسا کہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ بیر رومیٹھے پانی کا ایک کنواں تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کنویں کی مدد سے لوگ اپنا روزگار بھی چلاتے تھے اور یہ متمول ہونے کی بھی نشانی تھا۔ اس لیے اسلام کے ابتدائی دور میں کنوؤں اور چشموں کا بکثرت ذکر ملتا ہے کہ پانی کی کمی کو دور کرنے کے لیے مختلف کنویں کھودے گئے ہر چند کہ کنویں کھودنے کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ مکہ کی مقدس سر زمین میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام نت شعب حرا میں ایک کنواں کر آدم کھودا تھا جس کا پانی لوگ استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح مرۃ بن کعب لوی نے رم، کلاب بن مرہ نے بنی مخزوم کے لیے خم، اور ہاشم بن عبد مناف نے صفا اور مروہ کے درمیان سجلہ نامی کنواں کھودا تھا، بعد میں یہ کنواں جبیر بن مطعم کے نام سے مشہور ہوا، عبد الشمس بن عبد مناف نے الطوی بنوایا تھا، جو بعد میں عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے بحال کیا تھا۔ امیہ بن

---

[6] ۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایہ والنہایہ، (مکتبہ المعارف: بیروت)، ج2، ص263-

[7] -عبد الرحمان ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون (مترجم)، (دار الاشاعہ: کراچی)، ج2، ص399-404

[8] ۔ ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی، مسجد نبوی شریف کے پاس صحابی کے مکانات (مترجم)، (مکتبہ ابن مسعود لائبریری: لاہور)، ص120-

عبد الشمس نے الحبفر نامی کنواں جیاد میں کھودا۔ بنی عبد الشمس کے ام جعلان اور علوق نامی کنواں بھی تھے۔ ام ہانی کے مکان والی جگہ قصی بن کلاب نے النجول کھودا تھا۔[9] مدینہ میں صرار نامی کنواں دور جاہلیت میں کھودا گیا۔[10] اس لیے آپ ﷺ نے بھی ان روایات کو قائم رکھا اور پانی کی کمی کو دور کرنے کے لیے بہت سے کنویں کھدوائے گئے۔ غزوہ مریسیع سے واپسی پر اسلامی افواج کا گزر نقیع کے مقام سے ہوا جہاں متعدد تالاب اور خوب صورت قطعات تھے۔ رسول کریم ﷺ اس کی خوب صورتی وسعت اور سرسبزی سے بہت متاثر ہوئے۔ آب وہوا اور پانی کی فراہمی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ موسم گرما میں یہاں پانی کم ہو جاتا ہے کیونکہ تالاب سوکھ جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مشہور صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو وہاں ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کنواں متعدد مسلمانوں کی مدد سے کھودا گیا۔[11] جس کی وجہ سے وہاں قلت آب کے مسئلے پر بآسانی قابو پالیا گیا۔[12] چونکہ ابتدا میں آبادی تھوڑی اور حجاج کرام کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہوتی تھی، اس لیے کنویں کے پانی سے گزر ہو جاتی تھی لیکن جب آبادی اور زائرین کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو پھر مزید انتظام کی شدید ضرورت درپیش ہوئی۔ اس لیے بعد کے ادوار میں نہریں اور برساتی نالے بھی بنوائے جانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بنو حرام کی غار کے قریب ایک چشمہ بھی کھدوایا تھا۔ یوں مکہ معظمہ میں بھی بہتر انتظام آبکی بدولت نہ صرف یہ کہ مکہ میں رہنے والوں کی مشکلات میں کمہ واقع ہوئی بلکہ حجاج اور معتمرین کو بھی آسانیاں میسر آئیں۔

بہم رسانی آب کی رغبت و مبشرات:

رحمت کائنات ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت مدینہ شریف میں میٹھے پانی کی سخت قلت تھی۔ مسجد قبلتین کے شمال مغرب میں رغابہ کے مقام پر صرف ایک بیر رومہ کا کنواں واقع تھا جس کا مالک یہودی تھا اور پانی قیمتاً فروخت کرتا تھا۔ اس کنویں کے علاوہ تمام کنویں کھاری تھے۔ امہر لوگ پانی خرید لیتے مگر

---

[9] - محمد عبد المعبود، تاریخ مکہ مکرمہ، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، ج ا، ص 341-

[10] - نور الدین السمہودی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی، (مؤسسہ الفرقان بالمدینہ المنورہ)، ج 4، ص 105-

[11] - ڈاکٹر یٰسین مظہر صریقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، مشمولہ نقوش رسول ﷺ نمبر، مرتب محمد طفیل، لاہور، ج 5، ص 692

[12] - محمد عبد لمعبود، تاریخ مکہ مکرمہ،، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، ج ا، ص 342

نادار و غریب لوگ سخت بے بس اور مجبور تھے۔ آپ ﷺ کی ترغیب کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ 35 ہزار درہم میں کنواں خرید کر وقف کر دیا۔[13] بعد ازاں کچھ نئے کنویں کھودے گئے اور کچھ کنوؤں کا پانی نبی رحمت ﷺ کے معجزہ کیوجہ سے میٹھا ہو گیا۔ یوں مدینہ کے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میٹھے پانی کے کئی کنویں تیار کروائے۔[14] اور پھر وہاں سے زراعت کے لیے کئی نالے بنائے گئے۔ جس سے پہلی دفعہ مدینہ میں کنویں کے پانی سے گندم کاشت کی گئی۔ آپ ﷺ پینے کے پانی کے لیے کنویں کو دھونے کے ترغیب دیا کرتے تھے[15]۔

اخروی اجر اور بہترین صدقہ:

رسول اللہ ﷺ نے پانی پلانے کو بہترین صدقہ قرار دیا۔ اس طرح لوگوں کو ترغیب ملی کہ وہ دوسرے لوگوں کو پانی پلا کر اخروی ثواب اور رضائے الٰہی کو حاصل کر سکیں۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دسول ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: "سب سے زیادہ پسندیدہ صدقہ کونسا ہے ؟ فرمایا: پانی پلانا۔[16] ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کی ایصال ثواب کی غرض سے کون سا صدقہ افضل ہے ؟ فرمایا: پانی۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت سعد نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا یہ ام سعد کی ایصال ثواب کے لیے ہے۔[17] ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ رب العزت اس کو مہر لگی ہوئی

-محمد بن عیسی ترمذی، جامع ترمذی، باب مناقب عثمان بن عفان،،،(مکتبہ رحمانیہ:لاہور)،ج5، ص625رقم الحدیث،3699-[13]

14-محمد بن اسماعیل بخاری، التاریخ الکبیر،(دار الکتب العلمیہ:بیروت)،ج4، ص344-

[15]-محمد مہربان باروی، عہد رسالت میں مملکت کا بنیادی تصور:ایک تحقیقی جائزہ، ششماہی التفسیر کراچی، شمارہ35، جنوری2020، ص194-

[16]-محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الاخلاق، باب فضل صدقۃ الماء،(دار الکتب العلمیہ:بیروت)، حدیث3684 --سلیمان بن اشعث بن داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فیمن مات عن غیر وصیۃ یتصدق عنہ،(مکتبہ رحمانیہ:لاہور)، رقم الحدیث2882[17]

شراب پلائیں گے۔[18] مومن کے مرنے کے بعد بھی جن اعمال اور نیکیوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے، ان میں سے ایک عمل نہر یا کنواں جاری کرنا روایت کیا گیا ہے[19]۔ رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کی بدولت سب لوگوں کو یہ ترغیب ملی کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو اور دیگر ذی روحوں کو بوقت ضرورت پانی صدقہ کریں۔ اس طریقے سے نہ صرف یہ کہ ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوئیں بلکہ قلت آب کے مسئلے پر قابو پانے میں بھی مدد ملی۔

آبی وسائل کو مشترکہ ملکیت قرار دینا:

آپ ﷺ نے گھاس پر مشتمل چراگاہوں اور پانی دونوں کو ہر شخص کے لیے مباح قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو قدرتی عطیہ قرار دیا اور ہر ضرورت مند کو اس سے استفادہ کرنے کی عام اجازت دے دی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں یعنی پانی، گھاس اور آگ ایسی ہیں، جن میں تمام مسلم ان شریک ہیں[20]۔ اس حدیث میں اللہ کی ان نعمتوں کا ذکر ہے جو کائنات کے ہر فرد کے لیے ہیں ان میں کسی کی ذاتی ملکیت و خصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ پانی سے مراد دریا، تالاب اور کنویں وغیرہ کا پانی ہے اور وہ پانی مراد نہیں ہے جو کسی شخص کے برتن میں بھرا ہوا ہو۔ امام شمس الائمہ لکھتے ہیں کہ تمام لوگ ان تینوں چیزوں میں برابر کے حصہ دار ہیں اور یہ پہلی روایت سے عام ہے کہ اس میں تمام انسانوں کی شرکت کا اعلان ہے، خواہ مسلمان ہو یا کافر، اور پانی کے بارے میں شرکت وادیوں، دریاؤں سے متعلق ہے، جیسے دریائے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات اور نیل وغیرہ۔ اس لیے کہ ان سے فائدہ اٹھانا ایسا ہے، جیسے سورج کی دھوپ اور ہوا سے فائدہ حاصل کرنا۔ اس میں تمام کائنات انسانی برابر کی شریک ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ دوسرے کو روک سکے۔ اس کی مثال شارع عام کی سی ہے کہ اس پر ہر مسلمان و کافر سب کو چلنے کا حق ہے اور لفظ شرکت سے اصل اباحت اور انتفاع میں تمام انسانوں کا مساوی ہونا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ ان کی ملکیت ہے کہ وادیوں اور دریاؤں میں موجود پانی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔[21]

---

[18] - سلیمان بن اشعث بن داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء،، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، رقم الحدیث 1682-

[19] - نور الدین الہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، کتاب العلم، ج01، ص168، (دار الکتاب العربی: بیروت)۔

[20] - سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الاجارہ،، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، حدیث 3477-

[21] - محمد بن احمد السرخسی، المبسوط،، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، ج23، ص164-

موجودہ زمانے میں بھی بکثرت ایسا ہے کہ کثیر قدرتی وسائل پر کوئی فرد واحد قابض ہے اور وہ دوسرے لوگوں کو ان قدرتی وسائل کے استفادہ سے روکتا ہے، یا کسی شخص کے پاس بہت بڑی جاگیر یا دولت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ شخص تو فائدے میں ہوتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کو اس کی وجہ سے ضرر کا سامنا ہوتا ہے۔ شریعت، مفاد عامہ کو نقصان پہنچانے اور تنگی پیدا کرنے والی ایسی ملکیت کو روکتی ہے کہ کوئی ایسی سرچشمہ جس کا تعلق مفاد عامہ سے ہو اور وہ کسی فرد واحد کی ملکیت میں ہو۔ اگر انفرادی ملکیت کی وجہ سے باقی عوام کو تکلیف یا ضرر کا سامنا ہو تو ایسی ملکیت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ تعالیٰ کا وہ واقعہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں ایک وسیع جاگیر عطاء فرمائی تھی اور بعد میں آپ ﷺ نے خود ہی مفاد عامہ کے تحت اس کی ملکیت کو منسوخ کر دیا تھا۔[22]

حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بلال بن حارث مزنی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے زمین بطور جاگیر مانگی۔ آپ ﷺ نے انہیں لمبی چوڑی زمین دے دی۔ جب حضرت عمر رضی اللی تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے کہا: اے بلال رضی اللہ تعالیٰ! تو نے رسول اللہ ﷺ سے لمبی چوڑی زمین حاصل کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کسی سوال کرنے والے کو خالی نہ لوٹاتے تھے اور تو اس کی طاقت رکھتا ہے اتنی رکھ لے اور باقی دے دے۔ ہم مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسا نہ کروں گا، جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تجھے ایسا ضرور کرنا پڑھے گا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے زمیں لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔[23] آج اگر ان اصولوں سے استفادہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ قدرتی وسائل و دولت کی تقسیم کو عدل کے اصولوں کے تحت بہتر بنایا جاسکتا ہے بلکہ سسکتی ہوئی انسانیت کی مشکلات کو دور کر کے غریب و افلاس کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اسی اصول کا اطلاق آبی وسائل کے ضمن میں کر کے آبی وسائل کی تقسیم بھی بہتر کی جاسکتی ہے، اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت حصین بن مشمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ وفد کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کرنے کی بیعت کی اور آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے مال کے صدقات پیش کیے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں جائیداد میں مختلف

---

[22]- محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب احکام الرہن و مسائلھا، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، حدیث 2475۔

[23]- حسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، حدیث 7637۔

علاقے دیے، جن میں بہت سارے چشمے بھی تھے۔ ان کا نام لیا، لیکن ہمارے شیخ ان ناموں کو یاد نہ رکھ سکے۔ راوی کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس پر شرط لگائی جو ابن مشمت کو دیا ہے وہ اس کا پانی فروخت نہ کرے گا اور اس کی چراگاہ کو نہ کاٹے گا اور نہ اس کے درختوں کو کاٹے گا۔[24]

پانی کی تجارت کی ممانعت:

انتظام آب کے ضمن میں ایک اقدام نبی کریم ﷺ نے یہ اٹھایا کہ پانی کی خرید و فروخت سے منع فرما دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے ان کو خط لکھا کہ میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمینوں کی سیر ابی کے بعد باقی پانی کو 30 ہزار درہم میں فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب آپ رضی اللہ تعالیٰ کی اجازت درکار ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے تمہارا مطلب سمجھ لیا ہے لیکن میرے پیش نظر وہ حدیث جس میں ضرورت سے زیادہ پانی اور گھاس کو روکنے اور دوسروں کو فائدہ نہ پہنچانے والے شخص کے بارے میں آپ ﷺ کی طرف سے ناراضگی کا ذکر کیا ہے، جو کہ ایسا شخص روز قیامت خدا کے فضل سے محروم ہو گا، تو جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اس پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے باغوں، کھیتوں اور زمینوں کو سیر اب کرو اور جو فالتو پانی ہوا اسے بیچنے کے بجائے اپنے اس پڑوسی کو دو، جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہوا اور پھر اسے جو اس کے بعد قریب ہوا۔[25] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زمین کا زائد پانی 3 ہزار میں دیا جو گڑھے میں تھا، چنانچہ میں نے یہ بات عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو انہوں نے میری طرف جوابی خط میں لکھا: اسے مت بیچ تو باری مقرر کر دے، پھر اپنے قریب والوں کو پانی دے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ضرورت سے زائد پانی نہ بیچو۔[26] حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ایک غلام جو ان کے چشمہ کا زائد پانی 20 ہزار میں فروخت کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے فرمایا اس کو فروخت نہ کرو بیشک اس کی بیع جائز نہیں۔[27] پانی کی خرید و فروخت کی ممانعت کر

---

[24]- حسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، حدیث 11796-

[25]- ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (مترجم)، (خضر جاوید پرنٹرز: لاہور)، ص 271-

[26]- حسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، حدیث 11067-

[27]- ابو بکر عبداللہ ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، ج06، ص359، حدیث 21343-

دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کا زہن تجارت و مالی فوائد کی طرف جانے کے بجائے خیر خواہی و بھلائی کی طرف منتقل ہوا، نیز اس جذبے کی بدولت لوگوں کے آبی قلت کے مسائل میں خاطر خواہ کمہ واقع ہوئی۔

اضافی پانی کو روکنے کی ممانعت:

لوگوں کے پاس بکثرت چیزیں موجود ہوتی ہیں، لیکن وہ ضرورت سے زائد اشیاء کسی دوسرے فرد کو دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے، حتٰی کہ وہ چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں یا گل سڑ جاتی ہیں۔ اس عمل بد کو روکنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جہاں دیگر زائد اشیاء اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو دے دینے کی ترغیب دلائی، وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: اول وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی راستہ میں ہو اور وہ اسے مسافر کو نہ دے، دوسرے وہ شخص جس نے کسی امام سے بیعت صرف دنیا کی خاطر کی کہ اگر اس کو کوئی دنیوی چیز دیتا ہے تو راضی ہے اور نہ دے تو ناراض ہو جاتا ہے، تیسرے وہ شخص کہ اپنا سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہو اور کہے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے اس کی قیمت اتنی اتنی مل رہی تھی، اور کوئی شخص اس کو سچا بھی سمجھے۔[28] اگر کسی شخص کی ملکیت میں اتنا پانی ہو جو اسی کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد بچ جائے اور دوسرے لوگ اس کے حاجت مند ہوں تو اس فاضل پانی کو روکنا اور ضرورت مند لوگوں کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ پانی انہیں مفت ہی سے دینا چاہیے، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کہ ان لوگوں کی ضرورت کا تعلق اس پانی کو خود پینے یا جانوروں کو پلانے سے ہو۔ اگر کوئی شخص اپنے کھیتوں یا درختوں کو سیر اب کرنے کے لیے وہ پانی چاہیے تو پھر مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس پانی کو بغیر معاوضے کے نہ دے۔ حضرت بہیسہ کہتی ہیں کہ میرے والد نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا اور اس کے دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "پانی" انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اور کون سی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نمک"۔ انہوں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بھلائی کرنا جو تمہارے لیے بہتر ہے"۔[29] پانی روکنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر

---

[28]- محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، رقم الحدیث 2358-

[29]- سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الاجارہ،، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، حدیث 3476-

تمہاری زمین میں کنواں یا تالاب ہے یا تمہارے گھر مین بل وغیرہ ہے اور اس میں سے کوئی شخص پانی پی لیتا ہے تو اسے پانی لینے سے روکنا مناسب نہیں ہے، اسی طرح اگر تم میں سے کوئی شخص پانی مانگتا ہے اور تمہارے پاس تمہاری ضرورت سے زئد پانی موجود ہے، تو اسے دینے سے انکامت کرو۔ اسی طرح نمک دینے سے انکار نہ کرو، کیونکہ لوگوں کو نمک کی بہت زیادہ احتیاج وضرورت رہتی ہے۔ حدیث کا آخری جملہ تمام بھلائیوں اور نیکیوں پو حاوی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے دیتے رہو اور جو نیکی و بھلائی کر سکو کرو۔ نیکی و بھلائی کے کاموں سے نہ تو اپنے آپ کو باز رکھنا درست ہے اور نہ دوسروں کو نیکی و بھلائی سے روکنا حلال ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہو گا کہ ان چیزوں سے منع کرنا اور ان کے دینے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔ یعنی کسی بھی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی زمین میں واقع تالاب، چشمے، کنویں یا گزرتے ندی نالوں سے جانور، انسان اور راہ چلتے مسافرون کے لیے ان سے پانی پینے کا معاوضہ وصول کرے یا اس پر پابندی عائد کرے۔

انسداد ضیاع و ممانعت تعفن آب: سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں:

سر زمین عرب پر پانی کو اگرچہ ایک بہت قیمتی شے سمجھا جاتا تھا اور پانی خال خال دستیاب تھا، لیکن اس کے باوجود لوگوں کو پانی کی قدر و قیمت کا درست احساس نہ تھا۔ اس لیے جب پانی انہیں میسر آتا وہ اسے بے دریغ ضائع کر دیا کرتے تھے، مثلاً دریا یا نہر کے کنارے اور چشموں یا حوضوں وغیرہ پر بیٹھ کر بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کی ممانعت فرمادی بلکہ آپ ﷺ نے وضو جیسی عظیم عبادت میں بھی پانی ضائع کرنے کو اسراف وناجائز قرار دیا آپ ﷺ کی ان تعلیمات کی وجہ سے اصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی میں پانی کی اہمیت کا جذبہ پیدا ہوا اور پانی کی کفایت شعاری و بہتری استعمال کا احساس اجاگر ہوا۔ یوں آبی ضیاع کو روکنے کی عملی تربیت فراہم کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ اور اس کے قرب وجوار کے بہت سے علاقوں میں آبی آلودگی پائی جاتی تھی اور اس کی طرف ان لوگوں کی توجہ نہ ہونے کے برابر تھی، جس کی وجہ سے بیماریاں پھیل رہی تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی بیمار ہو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آبی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے بھی اقدامات فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بخار آگیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب بخار آتا تو یہ

شعر پڑھتے: ہر شخص اپنے گھر میں صبح کرتا ہے۔ حالانکہ موت اس کے جوتوں کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے: کاش! میں وادیٔ مکہ میں ایک رات پھر رہتا اس حال میں کہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہوتی، کاش! میں ایک دن مجنہ کا پانی پی لیتا اور کاش! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کر، جس طرح ان لوگوں نے ہم کو ہمارے وطن سے وبا کی زمین کی طرف دھکیل دیا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی: یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کر۔ جس طرح ہمیں مکہ سے محبت ہے یا اس سے زیادہ محبت پیدا کر۔ یا اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطاء کر اور یہاں کی آب و ہوا ہمارے مناسب کر اور اس کے بخار کو جحفہ کر طرف منتقل کر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ ہم مدینہ آئے تو وہ اللہ کی زمیں میں سب سے زیادہ وبا والی زمیں تھی اور وہاں بطحان ایک نالہ تھا جس سے بدبو دار پانی تھوڑا تھوڑا بہتا رہتا۔[30] وادیٔ بطحان مدینہ کے نشیب میں واقع تھی۔ غور کیجئیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ یہ جگہ اس سر زمین پر سب سے زیادہ آلودہ جگہ تھی پھر آپ ﷺ کے انتظامات کہ بدولت یہ وادی نہایت پاک و صاف اور خوشگوار ہو گئی کہ بعد میں آپ ﷺ نے یہاں متعدد مرتبہ قیام فرمایا۔[31] مراد یہ ہے کہ یہاں آلودگی کو روکنے کے لیے ظاہری اقدامات کت علاوہ روحانی اقدامات کے اختیار کرنے کا درس بھی ہے۔ آلودگی کو روکنے کے ان انتظامات کی بدولت یہ وادی اتنی صاف ستھری ہو گئی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بیمار تھے تو فرمایا کہ اے پروردگار! تکلیف کو دور فرما، ثابت بن قیس سے۔ پھر آپ ﷺ نی وادیٔ بطحان کی مٹی اٹھائی اور اسے ایک پیالے میں ڈال دیا۔ پھر اس پانی پر پڑھ کر پھونکا اور اسے ان پر بہا دیا۔۔ ایک صحابی ہجرت کر کے آئے تو بیمار ہو گئے، حالت مرض میں رسول اللہ ﷺ نے حال پوچھا، بولے بیمار ہوں۔ اگر بطحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہو جاتا، فرمایا تو کون روکتا ہے؟ بولے ہجرت۔ ارشاد ہوا: جاؤ، تم ہر جگہ مہاجر ہی رہو گے۔[32] وادی بطحان کی مٹی میں آپ ﷺ کی دعا سے ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ وادی بطحان مدینہ منورہ کی مشہور وادی ہے۔ غالباً اس حدیث کی وجہ سے اس جگہ کی مٹی کو "خاک شفاء" کے نام سے موسوم کیا جاتا

---

[30] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، رقم الحدیث 1889-

[31] سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد کتاب احکام العلاج، باب الرقیہ، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور)، حدیث 3885-

[32] - علی بن محمد ابن الاثیر، اسد الغابۃ، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، ج2، ص612-

ہے۔ اگرچہ اس روایت میں بطحان کا ذکر ہے کہ یہاں کی مٹی برکت اور شفاء والی ہے۔ جہاں تک بعض لوگوں نے شفاء کو خاص کیا بطحان کی مٹی کے ساتھ تو اس میں کوئی تخصیص کی وجہ نہیں، جب کہ دوسری احادیث کے عموم سے پورے مدینہ منورہ کی مٹی مراد ہے۔ لیکن اس میں غلو اور حد ست تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔[33] آبی آلودگی کو روکنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے آبی ذخائر کو آلودہ کرنے ان میں تھوکنے پیشاب یا پاخانہ وغیرہ کرنے کی بھی ممانعت فرما دی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں: مدینہ منورہ کی ریاست کے ابتدائی ایام میں ضروریات کے تحت ہر قسم کے انتظامی شعبہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور پھر تجربات ومشاہدات کی بنیاد پر اسے بہتر بنایا گیا۔ مدینہ منورہ، شہر کی انتظامیہ اس وسیع و عریض سلطنت کا دارالخلافہ اور وفاقی حکومت کا مرکز تھا، جب کہ ہر قبیلہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اپنے علاقہ میں ہی اس سلطنت کا صوبہ بن جاتا تھا اور قبیلے کا سردار یا مقامی فرد صوبائی حکومت کا حکمران مقرر کر دیا جاتا تھا۔[34] آبی انتظامات کے ضمن میں آپ ﷺ نے مشہور صحابی اور قبیلہ مزینہ کے سردار حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزنی کو نقیع کے کنویں کا جسے آپ ﷺ نے لوگوں کے ضروریات پوری کرنے کے لیت خود کھدوایا تھا نگران مقرر کیا تھا۔[35]

ہجرت نبوی ﷺ کے وقت مدینہ منورہ میں صرف ایک ہی میٹھے پانی کا کنواں موجود تھا، البتہ وادئ عقیق میں میٹھے پانی کے بہت سے کنویں تھے۔ بیر عثمان، ابیار علی اور بیر عروہ بھی اسی وادی میں واقع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس وادی کا میٹھا پانی بہت پسند تھا۔[36] شاید میٹھے پانی کے ان کنوؤں کی کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس وادی کا نگران مقرر کیا تھا جس کا نام ہیصم المزنی تھا۔ جو دیگر امور کے علاوہ انتظام آب کی ذمہ داری بھی سرانجام دیتا تھا۔ اس وادی میں بنو امیہ ان لوگوں کو تنخواہ دیتے تھے جو مروان بن الحکم کت حوض کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اسی وادی میں ایک کنوان تھا، جس کا نام بئر المغیرہ تھا جس کے ڈول اور رسیوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ انتظام آب کا یہ نظام عہد نبوی ﷺ کے بعد دیگر حکمرانوں نے بھی برقرار رکھا۔

---

[33] ۔ مفتی رضا الحق، فتاوی دارالعلوم زکریا، کراچی، ج ا، ص216-

[34] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ، مترجم خالد پرویز، (بیکن بکس: ملتان)، ص206، 205

[35] -یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاستو حکومت، مشمولہ نقوش رسول ﷺ نمبر، ج5، ص692-

[36] - محمد بن محمود ابن النجار، الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینہ (مترجم)، (مکتبہ کریمیہ: لاہور)، ص120-121-

حوصلہ افزائی اور تعریف و توصیف یا انعام و کرام کی بدولت لوگوں کی کارکردگی نہ صرف بہتر ہو جاتی ہے بلکہ استعداد کار اور قوت وصلاحیت کو بھی نمو ملتی ہے۔ یہ عصر حاضر کا تسلیم زدہ اصول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا بخوبی ادراک واحساس تھا۔ اس لیے آپ ﷺ لوگوں کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے تاکہ وہ پہلے سے بھی بہتر کام کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دوران سفر پانی کم ہونے کی وجہ سے مختلف صحابہ کو پانی ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، جن میں سے ایک گروہ نے زیر زمین پانی تلاش کر لیا۔ جس صحابی رضی اللہ تعالیٰ نے پانی ڈھونڈا اسے سقیا کا خطاب عطاء فرمایا۔[37] آج دور جدید میں بھی ایسا یوتا ہے کہ کسی شخص کو بہتر کارکردگی کی وجہ سے کوئی ایوارڈ دے دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حوصلہ افرائی جا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت جلد پانی ڈھونڈ لیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کا بئر رومہ کو صدقہ کرنا بھی اس کی ایک مثال ہے۔

آب پاشی کے عملی اقدامات:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عملی ترتیب و نمونہ فراہم کرنے کے لیے خود بھی آب پاشی فرمائی جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کو بھی یہ ترغیب ملی کہ وہ بھی آب پاشی کریں۔

انصار تو پہلے سے ہی آب پاشی میں ماہر تھے، لیکن مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین آب پاشی میں مہارت نہیں رکھتے تھے کیونکہ مکہ کے اکثر لوگوں کا پیشہ گلہ بانی و تجارت تھا اور مہاجرین کو آب پاشی سے ی واقفیت نہیں تھی۔

امام سرخسی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام نے کھیتی باڑی کا کام کیا۔ مروی ہے کہ آپ جب زمین پر اتارے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ اسلام آپ کی خدمت میں گندم لائے اور اسے زمین میں بونے کا امر کیا۔ آں حضور ﷺ نے مقام جرف میں بنفس نفیس کاشت کاری فرمائی اور فرمایا: کاشت کار خدا سے تجارت کرتا ہے۔[38] مشہور مئورخ یعقوبی، عہد نبوی ﷺ کے مدینہ میں نظام آب پاشی پر لکھتے ہیں: مدینہ منورہ میں چار وادیاں تھیں جن میں صرف بارش کے وقت ہی پہاڑوں سے بہہ کر پانی آیا کرتا تھا تو سیلاب کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ یہ تمام

---

[37]- جلال الدین السیوطی، الخصائص الکبریٰ (مترجم)، (ممتاز اکیڈمی: لاہور)، ج2، ص71-

[38]- محمد بن احمد السرخسی، المبسوط، (دار الکتب العلمیہ: بیروت)، ج23، ص02-

پانی حرہ بنی سلیم جو مدینہ منورہ سے فرسخ کے فاصلے پر واقع تھی کہ پہاڑوں سے بہے کر مدینہ کی وادیوں بطحان، العقیق الکبیر، العقیق الصغیر اور وادیٔ قناۃ میں آتا تھا۔ ان تمام وادیوں میں پانی سیلاب کے وقت ہی آیا کرتا تھا اور پھر یہ سارا پانی ایک جگہ غابہ کے مقام پر جمع ہوتا، پھر یہ پانی العقیق الکبیر اور العقیق الصغیر میں آتا تھا۔ جہاں سے یہ پانی بئر رومہ میں جو بنو مازن میں کھودا گیا اور بئر عروہ اور مدینہ کے دیگر غیر معروف کنوؤں سے کی جاتی ہے اور پانی کھینچنے کا کام اونٹوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔[39]

غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی سے نظام آب پاشی میں بڑی اصلاح اور گراں قدر ترقی ہوئی۔ چراگاہیں، تالاب چشمے اور نہریں مفاد عامہ کے پیش نظر کھلی رکھی گئیں۔ باہمی تعاون اور ہمدردی کی فضا کو بحال کیا گیا۔ پانی کے لیے حکومت وقت کے ذمہ یہ فرض لگا دیا گیا کہ خلق خدا کے لیے مختلف چراگاہوں، تالابوں نہروں چشموں کنوؤں کا انتظام کرے اس پر حکومت کو کسی قسم کا ٹیکس یا لگان لینے کا حق نہ دیا گیا۔ ان ذرائع آب پاشی کی صفائی اور بہتر نگرانی کی جملہ زمہ داری بھی حکومت کے سر ڈالی گئی۔ وہ ذرائع آبپاشی جو کسی نے انفرادی سطح پر یا عوام نے خود اجتماعی سطح پر بنائے، ان کی بہتر صفائی اور نگرانی کے لیے ان کے زمہ دار افراد کو پابند رکھنے کے لیے حکومت کو زمہ دار ٹھرایا گیا، تاکہ مفاد عامہ ضرورت کی یہ چیزیں بعض افراد کی سستی اور کمزوری کی وجہ سے کہیں بند یا خراب نہ ہو جائیں۔

مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں: انصار نے بڑی خوش دلی کے ساتھ وہ زمینیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیں جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا، تو آپ ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زمینوں کی جاگیر بخشش فرما دیں تاکہ وہ آباد کر کے ان سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعے سے دیگر مخلوق بھی مستفید ہو۔[40] آب پاشی کے فروغ کے سلسلے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کا مالک زمین کی اجازت سے اس کی ضرورت سے زائد پانی اپنی فصلوں تک لے جانے اور خالی زمینوں سے گزار کر وہاں کے چشمے تالاب یا کنویں سے پانی پلانے کا حق ہے۔

بین الاقوامی آبی قانون:

---

[39] -احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، (شرکۃ العلمی للمطبوعات: بیروت)، ج، ص 151

[40] -غلام سرور قادری، معاشیات نظام مصطفیٰ، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز: لاہور)، ص184

اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ کسی ملک کی قومی آبی پالیسی بین الاقوامی قانون کے مقابلے میں اس بات سے زیادہ متاثر ہو کہ دریا کے طاس میں اس ملک کی پوزیشن کیا ہے۔ کیا وہ اس کے بالائی حصے میں ہے یا نچلے حصے میں۔ آبی پالیسی بناتے ہوئے یہ خوف بھی دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی مثال نہ قائم ہا جائے جو مستقبل میں پڑوسی ممالک سے معاملہ کرتے ہوئے ناموافق ثابت ہو یا جسے بین الاقوامی برادری رد نہ کر دے۔ روایتی طور پر بین الاقوامی دریاؤں کا استعمال پانچ اصولوں کے تحت ہوتا ہے۔

1۔ مطلق علاقائی حاکمیت جو ان ریاستوں کو جہاں سے دریا پہلے بہنا شروع ہوتے ہیں، اپنی سرزمین میں بہنے والے دریاؤں پر مکمل خاکمیت دیتا ہے۔

2۔ مطلق علاقائی سالمیت، جو ایسی ریاستوں کو جہاں دریا بعد میں بہتے ہوئے پہنچتے ہیں، دریا کے استعمال کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ دریا کی حالت تبدیل نہ کی جائے۔

3۔ محدود علاقائی حاکمیت یا منصفانہ استفادے کا نظریہ، جو دریا کے استعمال کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ دوسرے ملکوں کو جہاں وہ دریا جاتے ہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔

4۔ محدود علاقائی سالمیت، جو دریاؤں والے ملکوں میں مفادات سے وابستہ کمیونٹی کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں دوطرفہ حقوق اور فرائض کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

5۔ دریاؤں کے طاس میں بہاؤ کی ترقی یا مفادات سے وابستہ کمیونٹی کا نظریہ جس کے تحت تمام دریاؤں والے ممالک پر مشترکہ طور پر دریاؤں کی ترقی کے لیے کام کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

اس آخری نظریے کی بین الاقوامی قانون برادری بڑے وسیع پیمانے پر وکالت کرتی ہے۔ مفادات سے وابسطہ کمیونٹی کا یہ نظریہ تسلیم کرتا ہے کہ دریا کے بہاؤ کے بالائی حصے اور زیریں حصے کے ممالک دونوں آبی وسائل پر جائز مفاد کے حامل ہیں۔ یہ نظریہ ان وسائل کے استعمال پر تمام متعلقہ فریقوں کے باہمی مفادات میں توازن قائم رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے میں بین الاقوامی قانون کی انجمن نے بین الاقوامی دریاؤں کے پانی کے استعمال کے بارے میں ہیلسنکی قواعد وضع کئے جس میں یہ تصور موجود تھا۔ ان قواعد میں عادلانہ استفادے کا اصول بھی اپنایا گیا ہے۔

یہی تصور اقوام متحدہ کے بین الاقوامی لا کمیشن نی اپنا 1991 میں بین الاقوامی آبی راستوں کے علاوہ دیگر استعمال کے قانون کے لیے مجوزہ دفعات تیار کیں۔ ان قواعد کے مسودے پر اقوام متحدہ کے رکن ممالک کی حکومتوں اور اس شعبے کے ماہرین نے نظر ثانی کی اور پھر دوبارہ 1993 اور 1994 میں ان کی آراء کی روشنی میں بین الاقوامی لا کمیشن نے اپنی اجلاسوں میں جائزہ لیا۔ 1994 کے موسم گرما میں کمیشن نے بالآخر 33 دفعات پر مشتمل ایک متن منظور کیا اور اسے جنرل اسمبلی مین پیش کیا۔ جنرل اسمبلی نی مئی 1997 میں ایک قرارداد نمبر 51/229 کے ذریعہ اس کی منظوری دے دی۔[41]

ریاستوں کا فرض ہے کہ اگر وہ سرحد پار کے آبی وسیلے سے استفادہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور امکان ہے کہ اس کاروائی سے سرحد پار اثرات ضرور مرتب ہوں گے تو وہ پڑوس کی ریاستوں سے مشورہ کریں۔

صریح نقصان اور معاوضہ:

نبی کریم ﷺ کی ایک معروف حدیث میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ "نہ تو خود کو نقصان اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کا سبب بنو"[42]۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلامی قانون عوامی مفادات کو ترجیح دیتا ہے اور مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنے کی ترجیح دیتا ہے:

1۔ مضر طریقہ کار سے اجتناب برتا جائے۔

2۔ کسی بھی مضر طریقہ کار کو صرف اس صورت میں برداشت کیا جائے کہ جب وہ کسی اس سے بھی زیادہ مضر طریقہ کار سے نجات دلانے کا باعث ہو۔

3۔ کسی کو فائدہ پہنچانے سے بہتر ہے کہ اس کو ضرر نہ پہنچنے دیا جائے۔

---

[41] -International water laws, read on 21-10-2023.https://iwrmactionhub.org/learn/iwrm-tools/international-water-law#:~:text=International%20water%20law%20(IWL)%20providing,multilateral%20basin%20agreements%2C%20and%20principles.

[42] -محمد یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، (مکتبہ دارالسلام: کراچی)، رقم الحدیث 2340-

اسلامی قانون کا نفاذ یا تو براہ راست نگرانی کے ذریعے ہوتا ہے یا عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے۔ اس لیے وہ پانی جو عوامی ملکیت کے عمومی درجے میں آتا ہے اس کی نگرانی براہ راست حکومت کرتی ہے اور اس ضمن میں تمام قوانین سرکاری افسران نافذ کرتے ہیں ان قوانین کے خلاف ورزی کی سزا یا تو قید ہوتی ہے یا جرمانہ۔ لیکن زیادہ تر سزا جرمانے کی شکل میں دی جاتی ہے۔

بین الاقوامی آبی قانون کے تحت بین الاقوامی لا کمیشن کے فائنل آرٹیکل میں سے یہ دفعہ نمبر 7 کہتی ہے کہ آبی راہوں کے ممالک ایسے تمام مناسب اقدامات کیے جائیں جن سے یہ بات یقینی ہو جائے کہ ان کی کاروائیوں کے نتیجے میں ایسی دوسری مملکتوں کو کوئی صریح نقصان نہ پہنچے۔ مزید برآں اگر صریح نقصان پہنچ جائے تو جو ملک نقصان کا سبب بنا ہے اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نقصان زدہ ملک سے رجوع کرے اور یہ معلوم کرے کہ جس استعمال سے یہ نقصان پہنچا ہے کیا وہ منصفانہ اور معقول ہے۔ مزید یہ کے استعمال میں فوری تبدیلیاں کرے تاکہ نقصان ختم ہو یا اس کی تلافی ہو سکے اور اگر ضروری ہو تو اس نقصان کا معاوضہ بھی ادا کرے۔[43]

قانون شورائیت اور تحفظ آب:

اسلام میں شورائیت یا عوام سے مشاورت حکومت اور اس کے اہلکاروں کی فیصلہ سازی کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ عام لوگوں کے امور میں فیصلہ کرتے وقت عوام سے مشورہ کر لیا کریں۔ بین الاقوامی قانون آب کے مطابق آبی راہوں والی ریاستیں اپنی اپنی علاقوں میں بین الاقوامی آبی راہ سے منصفانہ اور معقول انداز سے استفادہ کر سکتی ہیں۔ بالخصوص، ایک بین الاقوامی آبی راہ والی ریاستیں اس طور پر استعمال اور ترقی دے سکیں گی کہ ان کا بہترین اور پائیدار استعمال اور استفادہ کیا جا سکے۔ ساتھ ہی متعلقہ آبی راہ کی ریاستوں کے مفادات کا بھی خیال رکھا جائے جو آبی راہ کے مناسب تحفظ سے بھی مطابقت رکھتے ہوں۔

---

[43] International water laws, read on 21-10--2023.https://iwrmactionhub.org/learn/iwrm-tools/international-water-law#:~:text=International%20water%20law%20(IWL)%20providing,multilateral%20basin%20agreements%2C%20and%20principles

ہر دریائی طاس والی ریاست کا طاس کے پانی میں معقولیت پر مبنی حصہ طے کرتے وقت جن عوامل کا خیال رکھا جائے گا وہ یہ ہیں: طاس کا جغرافیہ، آب وہوا، ماضی میں اس پانی کا استعمال، طاس کی ہر ریاست کی معاشی اور سماجی ضروریات ہر ریاست میں طاس کے پانی پر انحصار کرنے والی آبادی، ہر مملکت کی معاشی اور سماجی ضروریان کی تکمیل کے لیے متبادل ذرائع پر متقابل اخراجات، دوسرے وسائل کی فراہمی، طاس کے پانی کے استعمال کے دوران غیر ضروری ضیاع سے بچاؤ اور یہ بھی کی طاس میں واقع کسی دوسری ریاست کو قابل ذکر نقصان پہنچائے بغیر طاس کی ایک ریاست کی ضروریات کسی حد تک پوری ہو سکتی ہیں۔

ملکیت آب کا اصول:

پانی پر ایسا کنٹرول جو قبضے کے سخت ترین مفہوم سے مختلف ہو، یعنی کسی گڑھے یا ٹنکی میں ذخیرہ آب یا کسی اور طرح سے کسی محدود جگہ میں جمع شدہ پانی کسی کی ملکیت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح، اگرچہ کنویں یا مصنوعی چشمے پر نجی ملکیت کا دعوٰی کیا جاتا ہے لیکن ان کا پانی کبھی نجی ملکیت تصور نہیں کیا جاتا جب تک ان پر اس شکل میں کسی کا قبضہ نہ ہو یعنی "حیازہ" نہ ہو۔ اس لیے عام طور سے اسلامی قانون میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگرچہ "مباح" پانی سے عوام کے فائدہ اٹھانے کا حق پوری طرح مستحکم ہے، اس کے باوجود پانی قانون کی نگرانی اور براہ راست حفاظت میں رہتا ہے۔ اس مفہوم میں عوام کا کوئی فرد پانی کے حق کے حصول یا تحفظ کے لیے عدالتی فیصلے کے لیے چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ اس قسم کا دعویٰ اس شخص کے خلاف کیا جا سکتا ہے جو پانی پر اپنا نجی حق جتائے اور اس کے خلاف بھی جو کسی دوسرے کو پانی استعمال کرنے سے روکے۔

اسی طرح بین الاقوامی آبی قانون کے تحت پانی کی ملکیت کا اصول اس بات کو تواتر سے تسلیم کرتا ہے کہ ریاستیں اپنے قدرتی وسائل کی تلاش اور استفادہ پر حاکمانہ حق رکھتی ہیں۔ لیکن ریاستوں پر توازن پیدا کرنے والی یہ زمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اس نوعیت کی سرگرمیوں کے ان کے لیے ان کی فراہمی پر قدغن لگائے۔ اس لیے لوگ دریاؤں اور جھیلوں کو جو ان کی ملکیت نہیں ہیں، اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح وہ ہوا اور روشنی کو استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ پانی کو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تاہم استعمال کنندہ اس کو اس طرح استعمال کرنے یا استفادہ کرنے میں آزاد نہیں ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔

پانی کے بڑے ذخیروں میں جنہیں مختص کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے، مساوی حصہ داری ہوتی ہے، چھوٹی نہریں اور جھیلیں پہلے ان لوگوں کو مختص کی جاتی ہیں جو ان وسائل آب کے قرب وجوار میں بستے ہیں تاہم اگر پانی اتنا وافر موجود نہیں ہے جس سے سب کی ضروریات پوری ہو سکیں تو آبی حقوق مندرجہ ذیل طریقے سے مختص کیے جاتے ہیں:

1۔ جہاں چشمے یا منبع کا پانی کسی مصنوعی ذریعے کے بغیر نکالا جاتا ہے وہاں پہلا حق ان لوگوں کا ہے جو منبع کے قریب رہتے ہیں، اس کے بعد ان کا جو کچھ فاصلے پر رہتے ہیں اور اسی طرح انکے بعد رہنے والوں کا؛ مزید یہ کہ جو بلندی پر رہتے ہیں ان کو نشیبی سطح پر رہنے والوں پر ترجیح دی جاتی ہے

2۔ جہاں پانی کو رواں کرنے کے لیے جہد وجہد کرنی پڑتی ہے وہاں اختصاص کئی عوامل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جس میں ہر ملک کے اخراجات اور محنت، اس کی آبادی اور اس کی گھریلو، زرعی اور صنعتی ضروریات شامل ہیں۔

دونوں صورتوں میں اسلامی قوانین کی ان دفعات کی سختی سے اطلاق کیا جاتا ہے جو فاضل پانی دوسرے استعمال کنندگان کر فراہم کرنے سے تعلق رکھتی ہے

اگر زیادہ عمومیت کے ساتھ بیان کیا جائے تو اسلامی قانون پانی کے استعمال کے بارے میں مندرجہ ذیل ترجیحات کو تسلیم کرتا ہے۔

1۔ حق الشفہ یا شرب یعنی پیاس بجھانے کا حق۔

2۔ گھریلو استعمال جس میں مویشیوں کو پانی پلانا بھی شامل ہے۔

3۔ زرعی زمینوں کی آبپاشی۔

4۔ تجارتی و صنعتی مقاصد۔

خلاصہ بحث و تجاویز:

بین الاقوامی آبی قانون اور اسلامی اصول آب کے مذکورہ بالا مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام جہاں پانی کو مشترکہ ملکیت قرار دیتا ہے وہاں پہ اس کے ہر قسم کے تحفظ کی نا صرف تلقین کرتا ہے بلکہ پیغمبر اسلام نے اس کے متعلق عملی رہنمائی بھی فراہم کی ہے، مزید بر آں دونوں قوانین میں ایسی متعدد مشترکہ بنیادیں موجود ہیں جن کے باہمی ربط سے ایک طریقہ کار وضع کیا جا سکتا ہے۔ معقول حصے داری، معدلت عوامی مفاد،

مشاورت اور ماحولیاتی نظام کا تحفظ وہ عناصر ہیں جو دونوں میں موجود ہیں۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ مسلمان علماء اور مسلم دنیا کے ماہرین آب کی ایک ورکشاپ منعقد کی جائے تاکہ مشترکہ پانی کے بارے میں اسلامی قانون کے حوالے سے اتفاق رائے پیدا کیا جاسکے۔ بعد ازاں منتخب ماہرین کی ایک مجلس مشاورت تشکیل دی جائے جسمیں عالم اسلام کے قانون دان علماء اور آبی ماہرین شامل ہوں جو پانی کے بارے میں اسلامی پالیسیاں مرتب کریں اور اسطرح ایک اسلامی آبی قانون وضع کریں۔ اگر ایک مرتبہ مشترکہ پانی کے بارے میں اسلامی قانون کی بنیاد مہیا ہوگئی تو ہی ایک ایسے رہبر منصوبے پر کام ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کے مختلف معاملات کو نمٹا سکتا ہے اور یوں اس حقیقی دنیا میں تحفظ آب کے نظریے کو عملی شکل دی جاسکتی ہے۔ نیز تمام ممالک کو پانی سے متعلقہ ان اثرات سے آگاہ ہونا چاہیے جو سرحدوں کے پار محسوس کیے جارہے ہوں اور اس آلودگی کے لیے بھی جوابدہ ہوں جو ان کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو۔